Sociology & Cultural Research Review (SCRR)
Available Online: https://scrrjournal.com
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Role of Lahore Madrasas and Universities in Teaching and Researching Hadith Sciences: A Historical and Contemporary Study

علومُ الحدیث کی تدریس و تحقیق میں مدارس وجامعاتِ لاہور کا کردار: تاریخی ومعاصر مطالعہ

Hafiz Faisal Abbas
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, The Imperial College of Business Studies Lahore
faisalabbasjamati1992@gmail.com
Dr. Mufti Muhammad Karim Khan
Associate Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore

ABSTRACT

The teaching, compilation, and research of Hadith sciences in the Indian subcontinent have developed over many centuries, during which various scholarly centers, religious seminaries, and universities played a vital role. Among these centers, Lahore holds a distinctive position, as it has remained a hub of religious, intellectual, and cultural activity for centuries. The purpose of this research is to present a historical and analytical study of the teaching and research contributions of Lahore-based universities to the development of Hadith studies in the subcontinent. It aims to highlight how these institutions have contributed to the preservation, understanding, and interpretation of the Prophetic Hadith in accordance with contemporary needs.This study demonstrates that the tradition of Hadith studies in Lahore was not confined to the traditional madrasa system alone. Rather, Hadith was established as a structured and independent academic discipline within the modern university framework. Several universities and educational institutions in Lahore—particularly the University of the Punjab, Government College University, Government College University for Women, and other academic bodies—strengthened Hadith education through textual, chain-based, methodological, and applied approaches. Instead of limiting Hadith studies to narration only, these institutions expanded research into fields such as the principles of Hadith, narrator criticism, hidden defects in Hadith, jurisprudential analysis of Hadith, source verification (takhrīj), and comparative studies.At the research level, Lahore's universities have aligned Hadith studies with modern academic standards through a large number of MA, MPhil, and PhD theses. Special attention has been given to contemporary intellectual challenges, Orientalist critiques, the application of Hadith to modern legal and social issues, and interdisciplinary studies connecting Hadith with the Prophetic biography (Sīrah). In addition, significant scholarly work has been carried out on manuscript studies, the editing of rare Hadith sources, and modern research on classical Hadith commentaries, which represents a major academic contribution of Lahore's scholarly community.From an analytical perspective, this research concludes that Lahore's religious seminaries, such as Jamia Nizamia Razvia, Jamia Ashrafia, Jamia Lahore Islamia, and Jamia Ilmiyya, have promoted a balanced combination of tradition and critical scholarship in the development of Hadith studies. While preserving the methodological legacy of early Hadith scholars, these institutions also adopted modern academic principles of research, critical analysis, and evidence-based reasoning. This approach helped transform Hadith studies in the subcontinent from a static discipline into a dynamic and relevant field of knowledge.In conclusion, the teaching and research services of Lahore's universities and religious seminaries represent a strong foundation for the

development of Hadith sciences in the Indian subcontinent. Their contributions continue to play an effective role in maintaining the intellectual, scholarly, and practical continuity of the Prophetic Hadith in the Muslim world, and they are likely to grant Lahore a central and respected position in future global academic discussions on Hadith studies.

***Keyword**: Hadith Sciences, Universities in Lahore, Madrasas in Lahore, Teaching in Hadith Sciences, Services in Hadith Sciences. Review.*

تعارفِ موضوع

لاہور شہر کی اسلامی تاریخ و تہذیب اور دینی علوم کا ورثہ تسلیم شدہ ہے۔ یہاں کثیر محدثین و محققین ہوئے جنھوں نے دنیا میں علم حدیث میں نمایاں خدمات سرانجام دیں اور لاہور میں مدارسِ دینیہ اور جامعات میں بھی مثالی خدمات سرانجام دیں۔ ان کی، انکے مدارس و جامعات کی تدریسی و تحقیقی خدمات کی طرف بڑھنے سے قبل لاہور کیا تاریخی تجزیہ پیش کرتا ہوں۔ لاہور کو اکثر دلِ پاکستان کہا جاتا ہے، نہ صرف پاکستان بلکہ برصغیر کی تاریخ و تمدن میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ قرآن و حدیث کی اشاعت و ترویج اور بالخصوص علوم الحدیث کی خدمات کے اعتبار سے علاقائی خدمات کو سامنے رکھا جائے تو لاہور برصغیر پاک و ہند کا ایک قدیم اور اہم شہر ہے جس کی تاریخ اسلامی عہد سے پہلے بھی بہت پرانی ہے۔ لاہور کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو لاہور پاکستان کا دوسرا بڑا شہر اور اس وقت صوبہ پنجاب کا دارالحکومت ہے۔ یہ پاکستان کا تاریخی اور ثقافتی شہر ہے۔

> " لاہور دریائے راوی کے کنارے آباد ہے۔ جس کی آبادی اس وقت تقریباً ایک کروڑ دس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ لاہور کا کل رقبہ 550 مربع کلومیٹر ہے۔ لاہور پاکستان کا دوسرا اور دنیا کا 18 واں بڑا شہر ہے۔ مجموعی قومی آمدنی میں اِس کا حصّہ 11 فی صد سے زائد ہے۔"[1]

لاہور کی تاریخ کو درجنوں مؤرخین نے قلم بند کیا ہے۔ 1882ء میں لکھی گئی "تاریخِ لاہور" کے مصنّف، کنہیالال ہندی کے مطابق، جو پیشے کے اعتبار سے انجینئر تھے، "یہ شہر دارالسّلطنت مُلکِ پنجاب کا ہے، دریائے راوی کے بائیں کنارے بافاصلہ دو میل آباد ہے۔ صدہا سال سے یہ شہر خطۂ پنجاب کا حاکم نشین اور صوبے کا صدر مقام رہا ہے۔" اِس کا نام کہیں "لہور"، کہیں لہانور اور کہیں لاہور لکھا ہے۔ لاہور کی بنیاد کس نے رکھی اس بارے میں مؤرخین میں اختلاف ہے۔ سید علی اسد گیلانی امیر خسرو کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امیر خسرو (800ء) نے اپنی ایک کتاب میں اِس کا یہی نام یعنی "لاہور" لکھا ہے اور کہا کہ:

> "اِس شہر کے بانی کا نام معلوم نہیں، لیکن کنہیالال کے بقول یہ مشہور ہے کہ مہاراجہ رام چندر کے بیٹے "لو" نے یہ شہر آباد کیا تھا اور اِس کا نام "لوپور" رکھا، جو ایک ہزار سال میں لاہور مشہور ہو گیا۔"[2]

تاریخ، اساطیر، ویدک ادب، اور مسلم مورخین کی تحریروں میں ہے کہ رام کے بیٹے "لوہ" کی نسبت سے ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہے لاہور کی بنیاد کے متعلق سب سے معروف روایت ہندو دیومالا سے جڑی ہے۔ رامائن کے مطابق، رام چندر جی کے دو بیٹے تھے: لوہ (Loh) اور کُش (Kush)۔ کنہیالال لکھتے ہیں کہ:

---

[1] کنہیالال، تاریخِ لاہور، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی انڈیا، 1990 ص 5

[2] علی اسد، گیلانی، سید، تاریخِ لاہور، نعیم بک ڈپو اردو بازار لاہور، 2011ء، ص: 339

"لوہ نے "موجودہ لاہور" (لوہ پور) کی بنیاد رکھی، جبکہ کُش نے "قصور" (کُش پور) کی بنیاد ڈالی۔"[3]

14 اگست 1947ء کو برصغیر کی تقسیم کے بعد لاہور شہر، جو پہلے برٹش انڈیا کا حصہ تھا، پاکستان کے حصے میں آیا۔ لاہور نہ صرف پنجاب کا دارالحکومت قرار پایا بلکہ شروع میں کچھ عرصہ پاکستان کا عبوری دارالحکومت بھی رہا، جب تک اسلام آباد کی تعمیر مکمل نہ ہوئی۔ لاہور نے نہ صرف سیاسی، بلکہ سماجی، ثقافتی، تعلیمی اور اقتصادی میدانوں میں بھی پاکستان کے لیے مرکزی کردار ادا کیا۔

برصغیر میں علم حدیث

برصغیر میں اسلام کی آمد کے ساتھ ہی علومِ حدیث کی روشنی بھی داخل ہوئی۔ برصغیر میں آمدِ اسلام کے بارے میں اختلاف ہے لیکن زیادہ تر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ جب محمد بن قاسم 711ء میں سندھ کی سرزمین پر قدم رکھتے ہیں تو ان کے ساتھ عرب علما و قراء بھی موجود تھے، جنہوں نے قرآن و سنت کی تعلیم کو اولین ترجیح دی۔ سندھ اور ملتان وہ علاقے ہیں جہاں ابتدائی اسلامی ادوار میں مساجد و مدارس نے تعلیمِ قرآن و حدیث کی بنیاد رکھی۔ اس وقت حدیث کا حصول زیادہ تر حجاز مقدس کے اسفار کے ذریعے ممکن تھا۔ علما و طلبہ حجاز جاتے، صحیح بخاری و صحیح مسلم جیسے ذخائرِ حدیث کا سماع کرتے اور پھر انہیں برصغیر میں لے آتے۔

ابتدائی صدیوں میں سندھ، ملتان اور بعد ازاں دہلی نے علومِ حدیث کی تعلیم و اشاعت میں مرکزی کردار ادا کیا۔ لیکن لاہور بھی ان مراکز کے ساتھ ساتھ حدیثی روایت کا حامل رہا۔ غزنوی سلطنت نے جب لاہور کو مرکز بنایا تو یہاں مدارس قائم ہوئے جن میں علومِ دینیہ کے ساتھ ساتھ حدیث کو بھی جگہ دی گئی۔ اسی دور میں خانقاہی نظام نے بھی حدیث کی ترویج میں کردار ادا کیا، اور لاہور میں حضرت علی ہجویریؒ (داتا گنج بخش) جیسے اولیاء نے احادیث نبویہ ﷺ کو اپنی تعلیمات کا لازمی حصہ بنایا۔

یوں برصغیر کے ابتدائی مراکزِ حدیث (سندھ، ملتان، دہلی) کے ساتھ لاہور نے بھی اس علمی روایت میں قدم بہ قدم حصہ لیا اور آگے چل کر ایک بڑے مرکز کی صورت اختیار کر لی۔ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

«إِنَّ أَهْلَ السِّنْدِ وَالْهِنْدِ كَانُوا يَرْحَلُونَ فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ، وَقَدْ وَجَدْنَا مِنْهُمْ جَمَاعَةً سَمِعُوا الصِّحَاحَ وَحَمَلُوهَا إِلَى بِلَادِهِمْ.»[4]

"اہلِ سندھ و ہند حدیث کی تلاش میں سفر کرتے، اور ہم نے ان میں سے ایسے گروہ دیکھے جنہوں نے صحاح (صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ) کا سماع کیا اور پھر انہیں اپنے وطن لے آئے۔"

اسلام کی ابتدائی صدیوں میں برصغیر میں جو اسلامی مراکز قائم ہوئے، ان میں سندھ اور ملتان کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ ڈاکٹر سید سلمان ندوی اپنی کتاب تاریخ دعوت و عزیمت میں لکھتے ہیں:

"برصغیر میں سب سے پہلے علومِ حدیث سندھ کے راستے آئے۔ یہاں سے یہ روایت ملتان اور پھر دہلی تک پہنچی۔ یہی مراکز برصغیر میں علمی تحریک کے ابتدائی سنگ میل ہیں۔"[5]

---

[3] کنہیالال، تاریخِ لاہور، ص 5

[4] ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، لقب: حافظ الدنیا، المعجم المفھرس، باب أھل الھند، مکتبہ الخانجی، قاہرہ، 1995ء، صفحہ 87

[5] سید سلمان ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1988ء، جلد 2، صفحہ 115

یہ وضاحت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ سندھ و ملتان نے برصغیر کے دینی و علمی پس منظر میں بنیادی کردار ادا کیا۔لاہور کو "مرکز الاولیاء" کہا جاتا ہے۔یہاں صوفیہ کے ساتھ ساتھ محدثین نے بھی علمی خدمات انجام دیں۔حافظ عبد الرشید لکھتے ہیں:

"لاہور کے محدثین کی ایک بڑی تعداد ایسی تھی جو حجاز سے اسناد لے کر آئی اور یہاں مدارس و مساجد میں درسِ حدیث دیا۔یہ روایت بعد ازاں لاہور میں بھی مضبوطی سے جاری رہی۔"[6]

چونکہ لاہور ملتان کے قریب تھا اور علمی تبادلے کا مرکز بھی، اس لیے یہاں بھی حدیثی تعلیم کے آثار ملتے ہیں۔

برصغیر میں علوم الحدیث کی تاریخ

برصغیر میں علوم الحدیث کی تاریخ کو اگر تقسیم کیا جائے تو تین بڑے ادوار سامنے آتے ہیں:

- ابتدائی دور (8ویں تا 12ویں صدی): جب حدیث حجاز سے براہِ راست برصغیر میں پہنچی۔
- سلطنتِ دہلی و مغلیہ دور: جب مدارسِ دہلی، فرنگی محل اور لاہور میں حدیث کو نصاب میں بنیادی مقام حاصل ہوا۔
- برصغیر کا جدید دور (19ویں صدی تا حال): جب لاہور سمیت بڑے شہروں میں جدید جامعات و اداروں نے حدیث کو تعلیمی نصاب اور تحقیقی میدان میں مستقل حیثیت دی۔

یہاں یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ لاہور میں علومِ حدیث کا فروغ محض مدارس تک محدود نہیں رہا بلکہ صوفیانہ خانقاہوں اور علمی محفلوں میں بھی اس کا چرچا رہا۔حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ (م465ھ) نے اپنی مشہور کتاب "کشف المحجوب" میں بارہا احادیث نبویہؐ کے حوالے دیے ہیں۔اگرچہ ان کی کتاب تصوف پر ہے لیکن احادیث کے انتخاب نے لاہور کی حدیثی روایت کی قدامت کو مزید نمایاں کیا۔

لاہور کا نمایاں قدیم علومِ حدیث مرکز

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ (م465ھ) نے اپنی مشہور تصنیف کشف المحجوب میں حدیث نبویؐ کو بار بار بنیاد بنایا ہے۔

مثلاً وہ لکھتے ہیں:

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ، وَجَنَّةُ الْكَافِرِ.»[7]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔"

یہ حوالہ ظاہر کرتا ہے کہ لاہور میں حدیثی ذوق صوفیانہ مجالس کے ذریعے بھی پروان چڑھ رہا تھا۔

لاہور کی صوفی خانقاہیں بھی مغلیہ دور میں علم و تعلیم کے مراکز تھیں۔ داتا گنج بخشؒ کے مزار اور خانقاہ میں حدیث و فقہ کی تدریس کا سلسلہ صدیوں جاری رہا۔ڈاکٹر مشتاق احمد کے مطابق:

---

[6] عبد الرشید، برصغیر میں حدیث کی تاریخ، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، 2002ء، صفحہ 73

[7] علی بن عثمان الجلابی، لقب: ہجویری، کشف المحجوب، مطبع نظامی، لاہور، 1911ء، باب الزہد، صفحہ 77

> "لاہور کی خانقاہیں بالخصوص داتا دربار، مغلیہ عہد میں نہ صرف روحانیت بلکہ تعلیمِ حدیث کے لیے بھی مرکز تھیں۔"[8]

مغلیہ دور میں نصابِ تعلیم میں قرآن و حدیث کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ خاص طور پر "صحاح ستہ" کی کتب پڑھائی جاتی تھیں۔ مولانا حبیب الرحمان کاندھلوی لکھتے ہیں:

> "مغلیہ عہد میں لاہور کے مدارس کا نصاب دہلی و فرنگی محل سے ہم آہنگ تھا اور حدیث کو نصاب میں کلیدی اہمیت حاصل تھی۔"[9]

مغلیہ دور نے لاہور کی علمی تاریخ کو ایک نیا رخ دیا۔ اس زمانے میں لاہور ایک بڑے علمی مرکز کے طور پر ابھرا، جہاں مدارس، مساجد اور خانقاہیں علومِ حدیث کی تدریس اور اشاعت میں نمایاں کردار ادا کرتی رہیں۔ انہی بنیادوں پر بعد میں لاہور کے بڑے مدارس اور جامعات نے اپنی شناخت قائم کی۔

برصغیر میں لاہور کی علمی اہمیت

لاہور برصغیر کی دنیا میں ایک پہچان رہا ہے اور آج پاکستان کی دنیا میں ایک پہچان بنا ہوا ہے۔ لاہور برصغیر پاک و ہند میں علومِ حدیث کی تاریخ اسلامی تہذیب کے علمی سفر کا ایک روشن باب ہے۔ جب عرب تاجروں اور مجاہدین نے اس خطہ میں اسلام کی روشنی پہنچائی تو قرآن و سنت کی تبلیغ ان کے پیغام کا بنیادی حصہ تھی۔ ابتداء میں یہ خطہ براہِ راست خلافتِ راشدہ اور بعد ازاں اموی و عباسی خلافت سے جڑا ہوا تھا۔ عرب علما و فقہا جب سندھ اور ملتان کی سرزمین پر آئے تو اپنے ساتھ حدیث کا سرمایہ بھی لائے۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں سب سے پہلے سندھ کو حدیثی تعلیم کا مرکز قرار دیا جاتا ہے۔ بعد ازاں، جب دہلی سلطنت اور مغلیہ سلطنت قائم ہوئی تو مراکزِ علم و فن میں حدیث کا چرچا بڑھا اور اہلِ علم نے مدارس و مساجد میں اس کی باقاعدہ تدریس شروع کی۔

لاہور کی سرزمین پر جامعات کا آغاز

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں برصغیر میں دارالعلوم دیوبند کے اثرات لاہور تک پہنچے، اور اس کے زیر اثر یہاں بھی درسِ نظامی پر مبنی مدارس قائم ہونے لگے۔ ان مدارس میں حدیث کی کتب، خصوصاً صحاح ستہ، تدریس کا لازمی حصہ بنیں۔ اسی طرح بریلوی مکتب فکر نے بھی لاہور میں اپنے مدارس قائم کیے، جہاں حدیث و سیرت پر خاص توجہ دی گئی۔ اہلِ حدیث مکتب فکر نے بھی لاہور میں "جامعہ دارالحدیث" جیسے ادارے قائم کیے جنہوں نے براہِ راست حدیث کی تدریس اور اشاعت پر زور دیا۔ علاوہ ازیں، شیعہ مکتب فکر کے علمی ادارے مثلاً "جامعہ المنتظر" نے حدیث کے شیعی مصادر کی تدریس کو آگے بڑھایا۔ یہ سب ادارے اپنے مسلکی اور فکری رجحانات کے ساتھ لاہور میں علومِ حدیث کی تدریس کے مراکز بنے اور آج بھی یہ روایت جاری ہے۔ ان مدارس

---

[8] مشتاق احمد، ڈاکٹر، برصغیر میں خانقاہی نظام اور تعلیمات، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، 2002ء، صفحہ 211

[9] حبیب الرحمان کاندھلوی، مولانا، برصغیر میں درسِ نظامی کی تاریخ، مکتبہ دارالسلام، دہلی، 1970ء، صفحہ 98

نے لاکھوں فضلاء تیار کیے جنہوں نے برصغیر ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں حدیث کی خدمت انجام دی۔ مولانا مناظر احسن گیلانی مدارس کے قیام کے بارے میں لکھتے ہیں:

«إِنَّ الْمَدَارِسَ الدِّينِيَّةَ فِي الْهِنْدِ، وَفِي لَاهُورَ خَاصَّةً، إِنَّمَا قَامَتْ لِحِفْظِ الدِّينِ وَنَشْرِ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ، وَهِيَ الَّتِي صَانَتِ الْمُسْلِمِينَ عَنْ ذَوْبَانِهِمْ فِي الثَّقَافَاتِ الْأُخْرَى.»[10]

"برصغیر میں خصوصاً لاہور میں دینی مدارس کا قیام دین کے تحفظ اور حدیث وفقہ کے اشاعت کے لیے ہوا اور انہی مدارس نے مسلمانوں کو دوسری تہذیبوں میں ضم ہونے سے بچایا۔"

انیسویں صدی کے اختتام پر لاہور میں متعدد دینی مدارس وجود میں آئے۔ ان مدارس کی بنیاد زیادہ تر ان علما نے رکھی جو دارالعلوم دیوبند یا دیگر بڑے مراکز سے فارغ التحصیل تھے۔ لاہور کی قدیم علمی فضا ان مدارس کے لیے معاون ثابت ہوئی۔ ڈاکٹر محمد سہیل عمر لکھتے ہیں:

"لاہور میں مدارس کا قیام ایک تاریخی تسلسل تھا جو مغلیہ دور کی علمی روایات سے جڑا ہوا تھا، تاہم انگریز دور میں یہ مدارس دینی شناخت کے تحفظ کے لیے نئی جہت کے ساتھ قائم ہوئے۔"[11]

لاہور کے مدارس میں درسِ نظامی کو بطور نصاب اختیار کیا گیا۔ اس نصاب میں احادیث کی تدریس کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ خاص طور پر "صحاح ستہ" کی کتب کے ساتھ ساتھ "مشکوۃ المصابیح" اور "ہدایہ" جیسے متون کو بھی شامل کیا گیا۔ مولانا قاسم نانوتوی نے اس نصاب کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کہا:

«وَإِنَّ الْمَقْصُودَ الْأَعْظَمَ مِنْهُ إِحْيَاءُ دُرُوسِ الْحَدِيثِ، لِيَكُونَ الْعُلَمَاءُ عَلَى اتِّصَالٍ بِالسُّنَّةِ.»[12]

"اس (نصاب) کا سب سے بڑا مقصد حدیث کے دروس کو زندہ رکھنا ہے تاکہ علما کا سنت سے تعلق قائم رہے۔"

بادشاہی مسجد بحیثیتِ جامعہ

ابتدائی دور میں بادشاہی مسجد لاہور ہی ایک علمی مرکز کی حیثیت رکھتی تھی، جہاں نماز وعبادات کے ساتھ ساتھ درسِ قرآن و حدیث کے حلقے منعقد ہوتے۔ پھر مغلیہ دور میں بعض خانقاہوں اور مساجد نے دینی علوم کی تدریس کو فروغ دیا۔ انگریزوں کے دور میں جب مسلمانوں کی دینی شناخت کو خطرہ لاحق ہوا تو لاہور میں متعدد علماء نے مدارس قائم کیے تاکہ دین کی حفاظت ہو اور خصوصاً علومِ حدیث کا چرچا زندہ رہے۔ ڈاکٹر محمد سہیل عامر لکھتے ہیں:

قدیم مدارس میں مدرسہ نعمانیہ (انیسویں صدی)، مدرسہ محمدیہ، اور بعد ازاں مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ اندرون لاہور کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ ان مدارس میں حدیث کی تعلیم مرکزی حیثیت رکھتی تھی اور ان کے فضلاء نے آگے چل کر لاہور سمیت پورے برصغیر میں حدیثی خدمات انجام دیں۔[13]

---

[10] مناظر احسن گیلانی، مولانا، تذکرہ مدارسِ اسلامیہ ہند، مکتبہ رحمانیہ، دہلی، 1945ء، صفحہ 212

[11] محمد سہیل عمر، ڈاکٹر، برصغیر میں دینی مدارس کی روایت، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، 1999ء، صفحہ 88

[12] قاسم نانوتوی، مولانا، مقدمہ درسِ نظامی، مکتبہ دارالعلوم، دیوبند، 1878ء، صفحہ 19

[13] محمد سہیل عمر، ڈاکٹر، برصغیر میں دینی مدارس کی روایت، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، 1999ء، صفحہ 88

یہ مدارس صرف تعلیمی مراکز ہی نہیں بلکہ فکری و دینی تربیت کے ادارے بھی تھے جنہوں نے حدیث اور سنت کے شعور کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آج لاہور کے جدید دینی اداروں کی بنیاد انہی قدیم مدارس کی محنت و خدمات پر قائم ہے۔ مولانا شبلی نعمانی مدارس کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

«وَإِنَّ أَوَّلَ مَا قَامَ مِنَ الْمَدَارِسِ فِي لَاهُورَ، إِنَّمَا كَانَتْ حَلَقَاتُ التَّدْرِيسِ فِي الْمَسَاجِدِ، وَمِنْهَا انْبَثَقَتِ الْمَعَاهِدُ الْكُبْرَى الَّتِي صَارَتْ مَرَاجِعَ الْعُلَمَاءِ.»[14]

"لاہور میں سب سے پہلے جو مدارس وجود میں آئے وہ دراصل مساجد میں قائم تدریسی حلقے تھے، اور انہی سے وہ بڑے ادارے نکلے جو بعد میں علما کے مراجع بنے۔"

لاہور میں مدارس کے قیام کا آغاز مغلیہ دور کے اواخر اور انگریز دور کے آغاز میں ہوا۔ مغل سلاطین کے دور میں علومِ دینیہ کے مراکز زیادہ تر مساجد اور خانقاہوں تک محدود تھے، لیکن جب استعماری دباؤ بڑھا تو منظم دینی مدارس کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی۔ ڈاکٹر محمد بشیر احمد کے مطابق:

"لاہور میں مدارس کا قیام دراصل مسلمانوں کے اس دفاعی ردِ عمل کا نتیجہ تھا جو انہوں نے انگریز دور کے تعلیمی و تہذیبی چیلنجز کے جواب میں کیا۔"[15]

مدرسہ نعمانیہ، انیسویں صدی میں قائم ہونے والا یہ مدرسہ لاہور کے قدیم ترین مدارس میں شمار ہوتا ہے۔ یہاں حدیث کی تعلیم کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

مدرسہ محمدیہ اندرون دہلی دروازہ، یہ مدرسہ اہلِ حدیث مکتبِ فکر کا تھا اور براہِ راست قرآن و حدیث کی تدریس پر زور دیتا تھا۔

دارالعلوم اسلامیہ اندرون بھاٹی گیٹ، یہ مدرسہ دیوبندی مکتبِ فکر کے علما نے قائم کیا، جہاں فقہ اور حدیث دونوں کی تدریس ہوتی تھی۔

ان مدارس میں مشکوٰۃ المصابیح، صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتبِ حدیث کو نصاب میں شامل کیا گیا۔ یہاں کے اساتذہ نے شاگردوں کو سندِ حدیث بھی عطا کی اور لاہور کو ایک حدیثی مرکز بنایا۔ مولانا حبیب الرحمن کاندھلوی لکھتے ہیں:

"لاہور کے قدیم مدارس نے حدیثی روایت کو زندہ کیا اور اس شہر کو علمی اور دینی مرکز بنایا۔"[16]

اگرچہ یہ مدارس اپنے وسائل کے لحاظ سے محدود تھے، لیکن ان کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے لاہور میں منظم تعلیم کا آغاز کیا۔ ان مدارس نے نہ صرف علماء تیار کیے بلکہ حدیث کے ذوق کو عام کیا۔ البتہ مسلکی اختلافات کی بنا پر یہ مدارس الگ الگ شناخت اختیار کر گئے جس کا اثر لاہور کی علمی فضا پر بھی پڑا۔

لاہور کی چند ایک مشہور جامعات و مدارس

یونیو سٹیز کے اعتبار سے کثیر ادارے ہیں جن میں سے معروف جامعات درج ذیل ہیں۔

---

14 شبلی نعمانی، مولانا، الکلام، مطبع ندوۃ العلماء، لکھنؤ، 1910ء، جلد دوم، صفحہ 143

15 محمد بشیر احمد، ڈاکٹر، تاریخِ تعلیمِ اسلامی بر صغیر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، 1987ء، صفحہ 202

16 حبیب الرحمن کاندھلوی، مولانا، بر صغیر میں حدیث کی تحریک، مجلس تحقیق و نشریات اسلام، لاہور، 1965ء، صفحہ 77

یونیورسٹی آف پنجاب لاہور

- قیام: 1882ء میں برطانوی دور میں قائم ہوئی۔
- اہمیت: برصغیر کی قدیم ترین یونیورسٹیوں میں سے ایک۔
- شعبہ جات: سائنس، آرٹس، دینیات، سوشل سائنسز، بزنس، قانون اور دیگر جدید علوم۔
- کردار: پاکستان میں اعلیٰ تعلیم اور تحقیق کی بنیاد فراہم کرنے والا سب سے بڑا ادارہ۔

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

- قیام: 1864ء میں گورنمنٹ کالج کے طور پر قائم ہوا، 2002ء میں یونیورسٹی کا درجہ ملا۔
- اہمیت: علمی و تحقیقی خدمات کے باعث پاکستان کا نمایاں تعلیمی ادارہ۔
- شخصیات: پروفیسر ایم۔ ایم۔ شریف، ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ سمیت کئی ممتاز شخصیات کے تعلیمی پس منظر کا مرکز۔
- شعبہ جات: فزکس، کیمسٹری، بایولوجی، لٹریچر، فلسفہ، سوشیالوجی، اکنامکس وغیرہ۔

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی برائے خواتین

- قیام: خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے فروغ کے لیے لاہور میں قائم کیا گیا۔
- اہمیت: خواتین کو سائنسی، ادبی، سماجی اور فنی علوم میں تعلیم فراہم کرنے والا اہم ادارہ۔
- کردار: پاکستان میں خواتین کی تعلیم کو فروغ دینا، خاص طور پر جدید سائنسی اور تحقیقی میدانوں میں۔

منہاج یونیورسٹی لاہور

- قیام: 1986ء میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے منہاج القرآن فاؤنڈیشن کے تحت قائم کی۔
- اہمیت: اسلامی علوم، سماجی علوم اور جدید تعلیم کا امتزاج۔
- شعبہ جات: اسلامیات، شریعہ، سوشیالوجی، کمپیوٹر سائنس، بزنس ایڈمنسٹریشن، میڈیا اسٹڈیز وغیرہ۔
- کردار: اسلام اور جدید تحقیق کے درمیان ربط پیدا کرنے والا نمایاں ادارہ۔

امپیریل کالج آف بزنس اسٹڈیز لاہور

- قیام: 1991ء میں قائم ہوا۔
- اہمیت: بزنس ایڈمنسٹریشن اور مینجمنٹ اسٹڈیز کے میدان میں خصوصی کردار۔
- شعبہ جات: بزنس ایڈمنسٹریشن، فنانس، بینکنگ، کمپیوٹر سائنس اور انجینئرنگ۔
- کردار: پاکستان میں بزنس ایجوکیشن کے بین الاقوامی معیار کو فروغ دینا۔

مدارس کے اعتبار سے کثیر ادارے ہیں جن میں سے معروف جامعات درج ذیل ہیں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

- مسلک: بریلوی (اہل سنت)

- پس منظر: امام احمد رضا خان بریلویؒ کی فکر و تعلیمات کی روشنی میں قائم کیا گیا۔
- خدمات:
- قرآن و حدیث کی تدریس۔
- فقہ حنفی کی تعلیم۔
- مناظرہ و خطابت کے ماہرین پیدا کیے۔
- کردار: بریلوی مکتب فکر کے دینی و فکری اثاثے کو لاہور میں مضبوط کرنے والا ادارہ۔

جامعہ اشرفیہ لاہور

- مسلک: دیوبندی
- قیام: 1947ء کے بعد مہاجر علماء نے لاہور میں قائم کیا۔
- بنیاد رکھنے والے: مولانا مفتی محمد حسنؒ (بانی انوار العلوم ملتان) کے تلامذہ و خلفاء۔
- خدمات:
- علومِ حدیث میں خصوصیت۔
- فقہی و شرعی فتاویٰ کی تیاری۔
- کئی ممتاز مفتیانِ کرام اور محدثین پیدا کیے۔
- کردار: پاکستان میں دیوبندی مکتبہ فکر کا سب سے نمایاں دینی ادارہ۔

جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

- مسلک: اہل حدیث
- پس منظر: قرآن و سنت کے براہِ راست فہم اور غیر مقلدین کے علمی پس منظر سے جڑا ادارہ۔
- خدمات:
- صحیح بخاری، صحیح مسلم سمیت کتبِ حدیث کی تدریس۔
- جدید عصری تعلیم کے ساتھ مدارس کے نصاب میں اصلاح کی کوشش۔
- کردار: اہلِ حدیث مکتب فکر کے مرکزی اداروں میں سے ایک، جو لاہور سے بین الاقوامی سطح پر اہل حدیث فکر کو فروغ دیتا ہے۔

جامعہ المنتظر لاہور

- مسلک: اہل تشیع (شیعہ اثنا عشری)
- بانی: علامہ حافظ سید محمد حسین نجفیؒ
- خدمات:

- علومِ قرآن وحدیث اور فقہ جعفریہ کی تعلیم۔
- اسلامی فکر و سیاسی بصیرت پر زور۔
- طلبہ کو دینی و عصری علوم میں مہارت فراہم کرنا۔
- کردار: شیعہ مکتب فکر کا جدید اور تحقیقی مرکز، جو ایران و عراق کے علمی اداروں سے فکری و نصابی ربط رکھتا ہے۔

جامعہ علمیہ اچھرہ لاہور

- مسلک: اہل سنت (بریلوی)
- بانی: ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان
- خدمات: چیئرمین وفاق المدارس الاسلامیہ الرضویہ پاکستان
- زونل خطیب رویئت ہلال کمیٹی لاہور۔
- درسِ نظامی کی تدریس۔
- فقہ حنفی اور فتویٰ نویسی۔
- مناظرانہ اور وعظی خدمات۔
- کردار: لاہور کے قدیم بریلوی اداروں میں شمار ہوتا ہے، جس نے کئی جید علماء اور مفتیان تیار کیے۔

لاہور کے مدارس میں علومِ حدیث کی تدریس اپنے اپنے مکتب فکر کی حدود میں رہی، لیکن اس کے باوجود مجموعی طور پر ان اداروں نے امتِ مسلمہ میں حدیثی شعور کو عام کیا۔ اگرچہ مسلکی تقسیمات نے اس روایت کو کچھ حد تک محدود کیا، لیکن مجموعی طور پر لاہور کو آج بھی "حدیثی خدمات کا مرکز" کہا جا سکتا ہے۔ لاہور کے مدارس اور جامعات نے علوم حدیث کی تدریس اور اشاعت میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ان اداروں نے لاکھوں طلبہ تیار کیے اور علمی ذخیرے میں گراں قدر اضافہ کیا۔ یہی مدارس آج بھی لاہور کی علمی شناخت کا اہم حصہ ہیں۔ ذیل میں ان کی تدریسی و تحقیقی خدمات حدیث کا تاریخی جائزہ پیش کروں گا۔

یونیورسٹی آف پنجاب لاہور کی خدماتِ حدیث

یونیورسٹی آف پنجاب کا آغاز اور اس کے ارتقائی مراحل برصغیر کی علمی و تعلیمی تاریخ میں نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔ اس ادارے کی بنیاد ۱۸۸۲ء میں رکھی گئی، لیکن اس کی تشکیل ایک دن میں مکمل نہ ہوئی بلکہ کئی دہائیوں پر محیط ایک تدریجی ارتقائی عمل کا نتیجہ تھی۔ ابتدا میں یہ یونیورسٹی زیادہ تر امتحانی بورڈ کے طور پر کام کرتی تھی جس میں مختلف کالجوں کو الحاق دے کر طلبہ کو امتحانات دلائے جاتے تھے۔ مگر جلد ہی اس ادارے نے تدریسی اور تحقیقی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور اپنے آپ کو ایک مکمل تدریسی و تحقیقی یونیورسٹی کے طور پر منوایا۔ آج یہ یونیورسٹی پاکستان کی سب سے بڑی اور قدیم ترین تدریسی و تحقیقی درسگاہ کے طور پر جانی جاتی ہے۔

"In its early years, the University of the Punjab functioned mainly as an affiliating and examining body, but gradually developed into a teaching and research institution of great repute[17]".

"اپنے ابتدائی برسوں میں پنجاب یونیورسٹی زیادہ تر ایک الحاقی اور امتحانی ادارے کے طور پر کام کرتی رہی، مگر وقت گزرنے کے ساتھ یہ ایک تدریسی اور تحقیقی درسگاہ کے طور پر عظیم شہرت حاصل کر گئی۔"

"یونیورسٹی آف پنجاب کا ارتقاء ایک مسلسل سفر ہے۔ ابتدا میں اس کا کردار محدود تھا مگر بیسویں صدی کے وسط تک یہ ادارہ برصغیر اور پھر پاکستان کے سب سے بڑے تعلیمی مراکز میں شامل ہو گیا۔"[18]

تحقیق و تدریسِ حدیث میں خدمات

لاہور کا سب سے بڑا اور قدیم تدریسی و تحقیقی مرکزِ علوم الحدیث پنجاب یونیورسٹی ہے تحقیقی اعتبار سے اس کے تحقیقی جرائد نے بھی علمی دنیا میں مقام بنایا۔ "Journal of Research (Humanities)" اور "Journal of Research (Science)" جیسے مجلات نے پاکستان میں تحقیقی معیار کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ ترقی اس بات کی دلیل ہے کہ یونیورسٹی نے صرف تدریسی کردار ادا نہیں کیا بلکہ تحقیق اور علمی مکالمے کی روایت کو بھی آگے بڑھایا۔

مزید یہ کہ یونیورسٹی آف پنجاب نے مختلف ادوار میں بین الاقوامی روابط بھی قائم کیے۔ دنیا کی بڑی یونیورسٹیوں کے ساتھ اشتراک نے اسے ایک عالمی سطح کے ادارے کے طور پر پہچان دلائی۔ اس کی ڈگریاں دنیا بھر میں معتبر سمجھی جاتی ہیں، جو اس کے ارتقاء کی کامیابی کا ایک بڑا ثبوت ہے۔ پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں:

"یونیورسٹی آف پنجاب کا ارتقاء ایک مسلسل سفر ہے۔ ابتدا میں اس کا کردار محدود تھا مگر بیسویں صدی کے وسط تک یہ ادارہ برصغیر اور پھر پاکستان کے سب سے بڑے تعلیمی مراکز میں شامل ہو گیا۔"[19]

علوم الحدیث میں پنجاب یونیورسٹی کے کردار کا تحقیقی جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ ادارہ برصغیر کی علمی روایت اور جدید علمی تحقیق کے درمیان ایک پل کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱۔ روایتی نصوص کی تدریس

تدریس کے اعتبار سے پنجاب یونیورسٹی نے علوم الحدیث کے نصاب میں بنیادی کتبِ حدیث کو شامل کیا۔ یہاں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور موطا امام مالک جیسے بنیادی مصادر پڑھائے جاتے ہیں۔ اس تدریس کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ حدیث کے اصل ماٰخذ سے براہِ راست روشناس ہوں۔

۲۔ اصولِ حدیث کی تحقیق

---

[17] Phillips Talbot, Phillips C. Talbot, "Education in British India", Chapter: Growth of Universities, Cambridge University Press, Cambridge, 1936, p. 211

[18] خورشید احمد، پروفیسر خورشید احمد، "برصغیر میں اعلیٰ تعلیم کا ارتقاء"، باب: لاہور یونیورسٹی کی حیثیت، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 1992، ص: 177

[19] خورشید احمد، پروفیسر خورشید احمد، "برصغیر میں اعلیٰ تعلیم کا ارتقاء"، باب: لاہور یونیورسٹی کی حیثیت، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 1992، ص: 177

اس شعبے میں "اصولِ حدیث" کو بھی خاص اہمیت دی گئی۔ تدوینِ حدیث، اسماء الرجال، جرح وتعدیل، اور محدثین کے مناہج پر تحقیقی مقالے لکھے گئے۔ یہ پہلو خاص طور پر اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی نے محض متنِ حدیث پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے فنی اصولوں پر بھی علمی کام کیا۔"یونیورسٹی آف پنجاب میں حدیث کے علوم کی تدریس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پاکستان میں جدید جامعات نے روایتی دینی علوم کو ایک نیا تحقیقی زاویہ عطا کیا ہے۔"[20]

۳۔ برصغیر کے محدثین کی خدمات

یونیورسٹی کے تحقیقی مقالوں میں ایک نمایاں پہلو برصغیر کے محدثین کی خدمات پر روشنی ڈالنا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، علامہ شبیر احمد عثمانی اور دیگر محدثین کے حدیثی کارناموں کو تحقیقی بنیاد پر اجاگر کیا گیا۔

۴۔ جدید علمی مباحث سے مکالمہ

یونیورسٹی نے حدیث کے علوم کو جدید تنقیدی رجحانات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ اس میں مغربی مستشرقین کی تنقیدات، حدیث کے تاریخی تناظر پر سوالات اور جدید اصولی مباحث کو بھی شامل کیا گیا۔ اس طرح یہاں ایک ایسا تحقیقی ماحول پیدا ہوا جہاں طلبہ صرف روایتی فہم تک محدود نہ رہے بلکہ جدید علمی دنیا کے ساتھ مکالمہ بھی کر سکیں۔

۵۔ تحقیقی جریدے اور مقالے

پنجاب یونیورسٹی نے اپنے تحقیقی جرائد میں علوم الحدیث کے مضامین شائع کیے۔ خاص طور پر "Journal of Islamic Studies" اور دیگر تحقیقی رسائل نے اس شعبے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ان میں مقالہ جات کا معیار بین الاقوامی سطح پر تسلیم کیا گیا۔

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کی خدماتِ حدیث

علوم الحدیث میں تدریسی و تحقیقی خدمات سر انجام دینے والی جامعات میں گورنمنٹ کالج لاہور ایک نمایاں ادارہ ہے۔ گورنمنٹ کالج لاہور کا آغاز 1864ء میں صرف بیس طلبہ کے ساتھ ایک عارضی عمارت میں ہوا۔ ابتدائی طور پر یہ ادارہ پنجاب یونیورسٹی کے ساتھ منسلک تھا اور محض چند مضامین میں تعلیم فراہم کرتا تھا، لیکن اس کا تعلیمی معیار اور تدریسی طریقے جلد ہی اسے دوسرے اداروں سے ممتاز کرنے لگے۔ 1871ء میں اس کا مستقل کیمپس بنایا گیا اور 1877ء میں یہ پنجاب یونیورسٹی کا ایک الحاقی ادارہ قرار پایا۔ ارتقائی مراحل میں گورنمنٹ کالج لاہور نے نہ صرف نصاب میں جدت پیدا کی بلکہ مختلف شعبہ جات کا اضافہ کیا۔ 20ویں صدی کے آغاز تک اس ادارے میں سائنس، ادب، فلسفہ اور تاریخ کے ساتھ ساتھ اسلامیات اور مشرقی علوم بھی پڑھائے جانے لگے۔ برصغیر کے کئی بڑے ادیب، سائنسدان اور سیاستدان اسی ادارے کے فارغ التحصیل تھے۔

> "گورنمنٹ کالج لاہور کا ارتقاء اس حقیقت کی روشن مثال ہے کہ کس طرح ایک ادارہ اپنی علمی روایت اور تعلیمی معیار کے بل بوتے پر ایک کالج سے ایک عظیم یونیورسٹی میں تبدیل ہو سکتا ہے۔"[21]

---

[20] ڈاکٹر فتح محمد ملک، فتح محمد ملک، "اسلامی علوم اور جدید تنقیدی رجحانات"، باب: جامعہ پنجاب کا کردار، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2004، ص: 201

[21] ڈاکٹر خالد علوی، خالد علوی، "پاکستان کے علمی ادارے"، باب: گورنمنٹ کالج لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2005، ص: 67

"یہ ادارہ ابتدا ہی سے ایک مثالی تعلیمی مرکز رہا ہے۔ اس کے ارتقائی مراحل دراصل برصغیر کے تعلیمی سفر کی عکاسی کرتے ہیں۔"[22]

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہاں جدید سائنسی اور سماجی علوم کے ساتھ ساتھ دینی اور مشرقی علوم کو بھی ہمیشہ جگہ دی گئی۔ اگرچہ GCU بنیادی طور پر ایک جدید ادارہ کے طور پر وجود میں آیا، مگر اس کی علمی روایت میں اسلامیات، عربی اور فارسی کو ابتدا ہی سے مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ ان شعبہ جات میں نہ صرف زبان و ادب کی تدریس ہوتی تھی بلکہ قرآنیات، سیرت النبی ﷺ اور بالخصوص علوم الحدیث پر بھی توجہ دی جاتی رہی۔

تحقیق و تدریسِ حدیث میں خدمات

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی میں تحقیقی و تدریسی کے دونوں شعبہ جات موجود ہیں۔ GCU لاہور نے علوم الحدیث کی تدریس کو اپنی ہمہ جہت تعلیمی روایت کا حصہ بنایا۔ اگرچہ یہ ادارہ بنیادی طور پر عصری و سائنسی تعلیم کے لیے جانا جاتا ہے، لیکن اسلامیات کے شعبے میں اس کی علمی خدمات نظر انداز نہیں کی جا سکتیں۔ یہاں کے نصاب میں حدیث اور اصولِ حدیث کا شامل ہونا اس بات کا غماز ہے کہ ادارہ محض مغربی علوم کا ترجمان نہیں بلکہ اسلامی علمی روایت کا امین بھی ہے۔

تحقیقی اعتبار سے GCU میں علوم الحدیث کی تدریس کے اعتبار سے ایم فل، ایم ایس، پی ایچ ڈی سطح کے شعبہ جات جن میں علوم الحدیث کو جدید تحقیقی زاویوں سے جوڑنا ایک انقلابی قدم تھا۔ اس سے طلبہ نے حدیث کو محض ماضی کی میراث نہیں سمجھا بلکہ اسے عصرِ حاضر کے تقاضوں کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی۔ یہ روایت پاکستان میں ایک نئے "اسلامی جدیدیت" کے بیانیے کو آگے بڑھاتی ہے، جہاں کلاسیکی اور عصری علمی اقدار کو یکجا کر کے ایک نئے فکری دھارے کی تشکیل کی گئی۔

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی برائے خواتین کی خدماتِ حدیث

خواتین کو علوم الحدیث کے نور سے منور کرنے میں گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی کا کردار اہم ہے۔ گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی لاہور کا آغاز 1933ء میں بطور گورنمنٹ کالج فار ویمن لاہور ہوا۔ ابتدا میں یہ ایک محدود ادارہ تھا جو صرف چند مضامین میں بی اے اور بی ایس سی کی سطح پر تعلیم فراہم کرتا تھا۔ اس وقت خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے مواقع بہت کم تھے اور بیشتر خاندان بیٹیوں کو کالج بھیجنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے تھے۔ تاہم اس ادارے نے اپنے تدریسی معیار، حکومتی سرپرستی اور لاہور کے علمی ماحول کی بدولت بہت جلد شہرت حاصل کر لی۔

> "From its modest beginning as a women’s college in 1933, the institution gradually expanded in scope and became a full-fledged university in 2012, reflecting the progressive trajectory of women’s higher education in Pakistan[23]".

---

[22] پروفیسر رشید احمد، رشید احمد، "تعلیمی تاریخ پاکستان"، باب: اعلیٰ تعلیم کے ادارے، فکشن ہاؤس، لاہور، 1999، ص: 215

[23] Farzana Shaikh, Farzana Shaikh, "Contemporary Education in Pakistan", Chapter: Universities and Women, Routledge, London, 2015, p. 201

"1933ء میں خواتین کے ایک چھوٹے کالج کے طور پر شروع ہونے والا یہ ادارہ وقت کے ساتھ پھیلتا گیا اور 2012ء میں ایک مکمل جامعہ بن گیا، جو پاکستان میں خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے ترقی پسندانہ سفر کی عکاسی کرتا ہے۔"

"ابتدا میں یہ کالج چند مضامین تک محدود تھا لیکن اس کے معیارِ تعلیم اور حکومتی سرپرستی نے اسے ترقی کے ایسے مراحل طے کروائے کہ آج یہ ایک جامعہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔"[24]

گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی لاہور کے یہ ارتقائی مراحل اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی لاہور نے اپنی بنیاد سے لے کر آج تک ہمیشہ ترقی اور وسعت کے سفر کو جاری رکھا ہے۔ یہ ادارہ اس بات کی جیتی جاگتی مثال ہے کہ کس طرح ایک چھوٹا سا کالج وقت کے ساتھ قومی سطح کی جامعہ میں بدل سکتا ہے۔

تحقیق و تدریسِ حدیث میں خدمات

بیٹیوں کو علوم الحدیث سے آگہی اور تحقیق و تدریس کیلئے یہاں اسلامک سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ موجود ہے جہاں ایم فل، پی ایچ ڈی سطح پر تحقیق و تدریس کا منظم نظام موجود ہے۔ گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی لاہور میں علوم الحدیث کی تدریس کا آغاز اس حقیقت کی علامت ہے کہ یہ ادارہ صرف دنیاوی علوم تک محدود نہیں بلکہ دینی اور روحانی پہلو کو بھی اہمیت دیتا ہے۔

اول: اسلامیات کے نصاب میں حدیث اور اصولِ حدیث کو شامل کر کے طالبات کو براہ راست نبوی تعلیمات تک رسائی دی گئی ہے۔ اس سے طالبات قرآن و سنت کی روشنی میں جدید مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہیں۔

دوم: تحقیقی سطح پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر خواتین محققین کو ایسے موضوعات پر تحقیق کروائی جاتی ہے جو موجودہ دور کے معاشرتی اور فقہی مسائل کے حل میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

سوم: اس شعبے نے محدثات کی اس تاریخی روایت کو زندہ کیا ہے جس میں خواتین نے نہ صرف حدیث کی روایت کی بلکہ اس پر تحقیق و تنقید بھی کی۔ یونیورسٹی اسی علمی تسلسل کی جدید شکل ہے۔

چہارم: یہ بات بھی اہم ہے کہ اس شعبے نے دینی و عصری علوم میں ایک توازن قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح فارغ التحصیل خواتین جدید معاشرتی تقاضوں کے ساتھ ساتھ دینی رہنمائی کے بھی اہل بنتی ہیں۔

منہاج یونیورسٹی لاہور کی خدماتِ حدیث

منہاج یونیورسٹی لاہور کا آغاز 1986ء میں ایک چھوٹے تعلیمی منصوبے کی صورت میں ہوا جب ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے منہاج کالج برائے خواتین اور پھر منہاج کالج برائے مردان قائم کیا۔ ابتدا میں یہ ادارے پنجاب یونیورسٹی سے الحاق شدہ تھے اور بی اے، بی ایس سی اور ایم اے کے پروگرام پیش کرتے تھے۔ لیکن بانی کا وژن محض کالج بنانے کا نہ تھا بلکہ ایک ایسی جامعہ قائم کرنا تھا جو دینی اور عصری علوم کا امتزاج ہو۔

---

[24] ڈاکٹر خورشید کمال عزیز، خورشید کمال، "تعلیم اور پاکستان"، باب: خواتین کے ادارے، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2004، ص: 97

2005ء میں پنجاب اسمبلی نے "منہاج یونیورسٹی ایکٹ" کے ذریعے اسے باضابطہ یونیورسٹی کا درجہ دے دیا۔ اس کے بعد یونیورسٹی کے ارتقائی مراحل تیزی سے طے ہونے لگے۔ بی ایس (آنرز) کے چار سالہ پروگرامز، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے کورسز شروع ہوئے۔ جدید مضامین مثلاً کمپیوٹر سائنس، بائیو ٹیکنالوجی، اکنامکس، میڈیا اسٹڈیز اور انٹرنیشنل ریلیشنز شامل کیے گئے۔ ساتھ ہی ساتھ اسلامیات، شریعت و فقہ، اور علوم الحدیث جیسے شعبہ جات کو بھی وسعت دی گئی۔ ارتقاء کا یہ سفر محض نصاب تک محدود نہیں رہا بلکہ انفراسٹرکچر کے میدان میں بھی نمایاں تبدیلیاں آئیں۔ ماڈل ٹاؤن کیمپس کے ساتھ ساتھ ٹاؤن شپ میں بھی کیمپس قائم کیا گیا۔ جدید لائبریری، ای-ریسورسز، ڈیجیٹل کلاس رومز اور ریسرچ جرنلز نے اس یونیورسٹی کو بین الاقوامی معیار کے ادارے میں ڈھال دیا۔ یوں یہ کہا جاسکتا ہے کہ منہاج یونیورسٹی کا ارتقائی سفر ایک کالج سے ایک عالمی معیار کی جامعہ تک کا ہے، جس نے محض چند دہائیوں میں وہ مقام حاصل کیا جو کئی اداروں کو صدیوں میں بھی نصیب نہیں ہوتا۔

> "منہاج یونیورسٹی لاہور نے اپنے ارتقائی مراحل میں یہ ثابت کیا کہ اگر ادارے کا وژن واضح ہو تو چند برسوں میں وہ ایک چھوٹے کالج سے بین الاقوامی سطح کی جامعہ میں تبدیل ہو سکتا ہے۔"[25]
>
> "The evolution of Minhaj University Lahore from a modest college to a comprehensive university demonstrates the transformative power of visionary leadership in Pakistan's higher education sector[26]".
>
> "منہاج یونیورسٹی لاہور کا ایک چھوٹے کالج سے ایک جامع یونیورسٹی تک کا ارتقاء اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ پاکستان کے اعلیٰ تعلیم کے شعبے میں بصیرت رکھنے والی قیادت کتنا بڑا انقلاب برپا کر سکتی ہے۔"

تحقیق و تدریسِ حدیث میں خدمات

علوم الحدیث کے تحقیقی و تدریسی نظام میں نمایاں خدمات سرانجام دینے میں منہاج یونیورسٹی کا کردار منفرد ہے۔ منہاج یونیورسٹی لاہور کا ارتقائی سفر تعلیمی اداروں کی تاریخ میں ایک جدید ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے آغاز اور ارتقاء کو درج ذیل تین زاویوں سے سمجھا جاسکتا ہے:

ادارہ جاتی ارتقاء(Institutional Evolution):

ابتدا میں ایک کالج کی حیثیت سے یہ ادارہ صرف چند پروگرامز تک محدود تھا۔ لیکن بانی کے وژن اور انتظامی ٹیم کی محنت نے اسے چند دہائیوں میں ایک بڑی جامعہ میں بدل دیا۔ اس ارتقاء سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تعلیمی ادارے کے لیے صرف انفراسٹرکچر نہیں بلکہ وژن سب سے اہم ہوتا ہے۔

نصاب کا ارتقاء(Curriculum Evolution):

---

[25] ڈاکٹر خرم شبیر، خرم شبیر، "پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کا مستقبل"، باب: نئی جامعات، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2014، ص:256

[26] Barbara Metcalf, Metcalf, "Education and Reform in South Asia", Chapter: Case Study of Minhaj, Cambridge University Press, New York, 2017, p. 143

شروع میں نصاب زیادہ تر روایتی مضامین پر مشتمل تھا۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ جدید شعبہ جات شامل کیے گئے۔ اس امتزاج نے یونیورسٹی کو ایسے ماڈل میں بدل دیا جہاں اسلامی علوم اور سائنسی علوم ایک ساتھ پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ ارتقاء صرف نصاب میں نہیں بلکہ علمی و تحقیقی رجحانات میں بھی آیا۔

تحقیقی ارتقاء(Research Evolution):

دیگر نجی جامعات کے برعکس منہاج یونیورسٹی نے تحقیق پر خصوصی توجہ دی۔ ایم فل اور پی ایچ ڈی کے پروگرامز نے اس ادارے کو صرف تدریسی ادارہ نہیں بلکہ تحقیقی مرکز بھی بنا دیا۔ یہ ارتقاء پاکستان کے علمی ماحول کے لیے ایک نئی سمت متعین کرتا ہے۔ مختصراً، منہاج یونیورسٹی لاہور کا ارتقائی سفر یہ ثابت کرتا ہے کہ ادارے کی ترقی صرف مالی وسائل سے ممکن نہیں بلکہ فکری وژن، تحقیقی ترجیحات اور تربیتی ماحول سے ایک ادارہ دنیا کے سامنے اپنی انفرادیت قائم کرتا ہے۔

امپیریل کالج آف بزنس اسٹڈیز لاہور کی خدماتِ حدیث

امپیریل کالج آف بزنس اسٹڈیز لاہور نے اپنے سفر کا آغاز 1991ء میں ایک محدود دائرے سے کیا تھا۔ ابتدا میں اس کا مقصد محض بزنس ایجوکیشن کے چند منتخب پروگرامز کو متعارف کرانا تھا تاکہ پاکستان میں بزنس اینڈ مینجمنٹ کے شعبے میں ہنر مند اور وژنری گریجویٹس تیار کیے جا سکیں۔ تاہم جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، اس ادارے نے اپنے تعلیمی دائرے کو وسیع کرنا شروع کیا۔ بزنس کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر سائنس، انجینئرنگ، سوشیالوجی، میڈیا اسٹڈیز، ہیلتھ سائنسز اور دیگر سائنسی و سماجی مضامین کو بھی نصاب کا حصہ بنایا گیا۔

ابتدائی سالوں میں ادارے کو کئی چیلنجز کا سامنا رہا۔ پاکستان میں نجی شعبے کے تعلیمی ادارے عام طور پر شک و شبہات کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ تاہم امپیریل کالج نے اپنی فیکلٹی، نصاب اور تحقیقی سرگرمیوں کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ یہ ادارہ معیاری تعلیم دینے کا اہل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جلد ہی اسے ہائر ایجوکیشن کمیشن (HEC) سے تسلیم کیا گیا اور اس کے پروگرامز کو قومی و بین الاقوامی سطح پر پذیرائی ملنے لگی۔

ارتقائی مراحل میں ایک اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ ادارے نے اپنے طلبہ کو نہ صرف نصابی تعلیم دی بلکہ غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی بھرپور مواقع فراہم کیے۔ بزنس پلان مقابلے، سیمینارز، ورکشاپس اور انٹرن شپ پروگرامز نے طلبہ کو عملی دنیا کے قریب کیا۔ ادارے نے مختلف انٹرنیشنل یونیورسٹیز کے ساتھ ایم او یوز (MoUs) پر دستخط کیے تاکہ طلبہ کو ایکسچینج پروگرامز کے ذریعے عالمی تجربہ حاصل ہو۔ اس ارتقاء کی ایک جھلک یہ بھی ہے کہ امپیریل کالج آف بزنس اسٹڈیز نے محض ایک بزنس اسکول کے طور پر آغاز کیا مگر چند ہی دہائیوں میں یہ ایک جامعہ (University) کے طور پر ابھر آیا جس میں مختلف شعبہ جات اور فیکلٹیز موجود ہیں۔ یہ ارتقائی سفر دراصل اس وژن کا نتیجہ ہے جس کے تحت ادارے کا قیام عمل میں آیا تھا۔

"امپیریل کالج نے اپنے قیام کے بعد قلیل عرصے میں اپنی سرگرمیوں کو وسعت دی اور بزنس کے ساتھ ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبے بھی شامل کیے۔ 1991ء میں بزنس اسکول کے طور پر ایک محدود آغاز سے، آئی سی

بی ایس ایک کثیر الشعبہ جامعہ کی شکل اختیار کر گیا، جو انجینئرنگ، کمپیوٹر سائنس، سوشل سائنسز اور ہیلتھ سائنسز میں پروگرامز پیش کرتا ہے"[27]

امپیریل کالج آف بزنس اسٹڈیز کا ارتقائی سفر پاکستان کی نجی جامعات کی تاریخ کا ایک قابلِ مطالعہ باب ہے۔جہاں تقریباً جدید تقاضوں کے مطابق ہر مضمون میں ایم فل پی ایچ ڈی کا تعلیمی نظام موجود ہے۔وہاں پر علوم الحدیث پر بھی کام جاری ہے۔

تحقیق و تدریسِ حدیث میں خدمات

امپیریل کالج آف بزنس اسٹڈیز میں اسلامک سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ ہے جہاں دیگر اسلامی علوم کی طرح علوم الحدیث پر تحقیق و تدریس کا خاص شعبہ موجود ہے۔اس شعبہ میں ایم ایس، ایم فل، پی ایچ ڈی اسلامیات میں علوم الحدیث نصاب کا حصہ ہے۔علوم الحدیث اور دیگر خدمات کی نوعیت درج ذیل ہے۔

ابتدائی محدودیت اور توسیع:

آغاز میں ادارے کی سرگرمیاں بزنس اور مینجمنٹ تک محدود تھیں لیکن بعد میں اس نے اپنے نصاب کو عصری ضروریات کے مطابق وسعت دی۔یہ وسعت اس کے تعلیمی وژن اور دور اندیشی کو ظاہر کرتی ہے۔

چیلنجز اور اعتماد سازی:

1990 کی دہائی میں نجی اداروں پر عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ وہ محض "ڈگری دینے والی فیکٹریاں" ہیں۔امپیریل کالج نے اس تاثر کو ختم کرنے کے لیے ریسرچ، پریکٹیکل ٹریننگ اور عالمی روابط پر زور دیا۔

بین الاقوامی تعاون:

مختلف غیر ملکی جامعات کے ساتھ معاہدے اس بات کی دلیل ہیں کہ ادارہ اپنے ارتقاء کو عالمی معیار سے جوڑنا چاہتا ہے۔

جامعہ کی حیثیت کا حصول:

محدود بزنس اسکول سے ایک مکمل یونیورسٹی تک کا سفر اس بات کا ثبوت ہے کہ امپیریل کالج نے اپنی تعلیمی حکمت عملی کو حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالا۔

تحقیقی اعتبار سے ICBS میں علوم الحدیث کے شعبہ جات کو محدود مگر اہم کردار ادا کرتے دیکھا جاسکتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بزنس اور ٹیکنالوجی کے طلبہ کے لیے محض فنی مہارت کافی نہیں بلکہ انہیں اخلاقی بنیادوں پر استوار کرنا بھی لازمی ہے۔

علم روایت ودرایت:

ICBS میں اسلامیات کے مضامین کے تحت طلبہ کو روایت و درایت کے بنیادی اصول پڑھائے جاتے ہیں تاکہ وہ صحیح اور ضعیف حدیث میں فرق کر سکیں۔

کاروباری اخلاقیات اور حدیث:

[27] ڈاکٹر ریاض احمد، ریاض احمد، "نجی جامعات اور پاکستان کا تعلیمی مستقبل"، باب: تعلیمی اداروں کا ارتقاء، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2017، ص:72

بزنس ایجوکیشن کے ساتھ ساتھ طلبہ کو نبی اکرم ﷺ کی تجارتی زندگی کے واقعات اور اقوال سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ اس طرح ان کی پروفیشنل تربیت اسلامی اخلاقیات سے مزین ہوتی ہے۔

جرح وتعدیل کا تعارف:

اگرچہ یہ موضوع تفصیلی نہیں پڑھایا جاتا مگر طلبہ کو یہ آگاہی دی جاتی ہے کہ محدثین نے کس طرح راویوں کی ثقاہت کو پرکھا، تاکہ وہ تحقیق کے اصول سیکھ سکیں۔

حدیث اور عصر حاضر:

ICBS کے اسلامیات کے کورسز میں یہ پہلو نمایاں ہے کہ طلبہ کو بتایا جائے کہ کس طرح حدیث کی روشنی میں آج کے مسائل، جیسے معاشی انصاف، کاروباری دیانت اور سماجی مساوات، حل کیے جاسکتے ہیں۔ یہ پہلو ICBS کی انفرادیت کو واضح کرتے ہیں کہ یہ ادارہ علوم الحدیث کو صرف مذہبی مطالعہ تک محدود نہیں کرتا بلکہ اس کی روشنی میں جدید پیشہ ورانہ زندگی کو سنوارنے کی کوشش کرتا ہے۔

جامعات کے بعد لاہور میں تحقیقی نگاہ سے دیکھا جائے تو کثیر مدارس ہیں لیکن یہاں چند ایک کا بطور نمونہ اختصاصی جائزہ پیش کروں گا۔ مدارس کے اعتبار سے کثیر ادارے ہیں جن میں سے معروف جامعات درج ذیل ہیں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی خدماتِ حدیث

علوم الحدیث کی تدریس و تحقیق لاہور کے مدارس کا خاصہ ہے جن میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سرِفہرست ہے اس کے قیام کا آغاز ایک تاریخی ضرورت اور علمی وژن کے نتیجے میں ہوا۔ برصغیر میں 1950 کی دہائی میں اہلِ سنت والجماعت کے لیے دینی تعلیم کے جدید مراکز کی کمی محسوس کی جارہی تھی۔ اسی خلا کو پر کرنے کے لیے حضرت محدثِ اعظم پاکستان، علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد قادری نے اس ادارے کی بنیاد رکھی۔ ابتدائی دنوں میں ادارہ محدود وسائل اور چھوٹی عمارت میں کام کرتا رہا، لیکن اس کی بنیاد ایک مضبوط علمی و تربیتی منصوبے پر رکھی گئی تھی۔ وقت کے ساتھ، جامعہ نے نہ صرف دینی علوم کی تعلیم دی بلکہ عصری تقاضوں کے مطابق عصری علوم میں بھی طلبہ کو تربیت فراہم کی۔ حافظ مبشر سعید نے لکھا:

> "جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے ارتقائی مراحل میں عمارت کی توسیع، لائبریری اور جدید تدریسی سہولیات کا قیام شامل ہے، جس نے طلبہ کے لیے علمی اور عملی تربیت کے مواقع فراہم کیے۔"[28]

ابتدائی چھوٹی عمارت سے لے کر آج کی جدید سہولتوں تک کا سفر، طلبہ کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لیے اہم رہا۔ لائبریری اور جدید تدریسی سہولیات نے طلبہ کو تحقیقی اور علمی مواد تک رسائی فراہم کی، جس سے وہ دینی اور عصری علوم میں مہارت حاصل کر سکیں۔ اس کا مقصد محض تعلیمی سہولتیں فراہم کرنا نہیں بلکہ طلبہ میں تحقیقی اور عملی صلاحیتیں پیدا کرنا بھی تھا۔ یہ اقدامات

[28] حافظ مبشر سعید، "دینی مدارس اور ان کی ترقی"، باب: تاریخی مدارس، پبلشر: ادارہ مطالعہ تعلیم، لاہور، سن اشاعت: 1990ء، ص: 62

جامعہ کو ایک مکمل تعلیمی اور تربیتی ادارہ بنانے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں، جس کا اثر آج بھی طلبہ کی علمی کامیابیوں میں نظر آتا ہے۔علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی لکھتے ہیں:

"1972ء میں جامعہ کی نئ عمارت کا قیام اس کے ارتقاء کا ایک اہم سنگِ میل تھا، جس نے ادارے کو جدید تعلیمی ڈھانچے اور بہتر تدریسی ماحول سے آراستہ کیا۔"[29]

تحقیق وتدریسِ حدیث

جامعہ نظامیہ رضویہ کا تنظیم المدارس اہل سنت کے ساتھ الحاق ہے اور یہاں تنظیم المدارس کا علوم الحدیث نصاب پڑھایا جاتا ہے۔یہاں درس نظامی اور تخصص فی الحدیث کی تحقیق وتدریس کا نظام موجود ہے جس کے تحت طلباء کو علوم الحدیث کی نا صرف تعلیم دی جاتی ہے بلکہ محدثین پیدا ہوتے ہیں جو دنیا کے ملک وملک جا کر علوم الحدیث کے نور سے دنیا کو منور کر رہے۔علوم الحدیث میں طلبہ کی تربیت صرف حفظ وروایت تک محدود نہیں بلکہ اسناد کی جانچ، متون کی تحقیق اور علمی تجزیہ پر بھی مرکوز ہے۔اس کا مقصد طلبہ کو نہ صرف علمی قابلیت دینا بلکہ انہیں تحقیقی اور عملی میدان میں بھی موثر بنانا ہے، تاکہ وہ عالمی سطح پر حدیث کے فروغ میں حصہ ڈال سکیں۔حافظ مبشر سعید لکھتے ہیں:

"جامعہ نظامیہ رضویہ کے علوم الحدیث کے شعبہ میں طلبہ کو درس نظامی اور تخصص فی الحدیث اور تحقیق، تجزیہ اور درسِ حدیث میں مہارت فراہم کی جاتی ہے، تاکہ وہ علمی اور تحقیقی میدان میں ممتاز ہوں۔"[30]

حافظ مبشر سعید کے مطابق، طلبہ نہ صرف حدیث کی تدریس اور فہم میں تربیت حاصل کرتے ہیں بلکہ تحقیقی مہارت بھی سیکھتے ہیں۔ تحقیقی مقالہ نگاری، متون کی تحقیق اور علمی ورکشاپس کے ذریعے طلبہ علمی میدان میں مستعد بنتے ہیں۔یہ تربیت نہ صرف طلبہ کی علمی قابلیت میں اضافہ کرتی ہے بلکہ انہیں علمی اور تحقیقی معیار کے مطابق معاشرتی اور دینی خدمات انجام دینے کے قابل بناتی ہے۔مفتی عبدالقیوم ہزاروی لکھتے ہیں:

"جامعہ نظامیہ رضویہ کی خدمات نے علوم الحدیث کے شعبے میں معیار قائم کیا اور طلبہ کو تحقیقی اور علمی میدان میں ممتاز کیا، جس سے ادارے کی ساکھ مضبوط ہوئی۔"[31]

مفتی عبدالقیوم ہزاروی کے مطابق، جامعہ نے علوم الحدیث میں معیار قائم کر کے طلبہ کو تحقیقی اور علمی تربیت دی۔اس کے نتیجے میں فارغ التحصیل طلبہ علمی، تحقیقی اور عملی میدان میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں، اور ادارے کی علمی ساکھ میں اضافہ ہوتا ہے۔علوم الحدیث میں جامعہ کی تربیت طلبہ کو حدیث کی درست فہم، اسناد کی جانچ، متون کی تحقیق اور علمی تجزیہ میں ماہر بناتی ہے، جس سے وہ دینی اور تحقیقی میدان میں نمایاں مقام حاصل کرتے ہیں اور پوری دنیا میں دین کی خدمت کیلئے پہنچ کر جامعہ نظامیہ رضویہ کا ایک نام متعارف کراتے ہیں۔

---

[29] مفتی عبدالقیوم ہزاروی، "جامعہ نظامیہ رضویہ کی تاریخی خدمات، ص: 102

[30] حافظ مبشر سعید، "دینی مدارس اور ان کی ترقی"، باب: علوم الحدیث، ص: 72

[31] مفتی عبدالقیوم ہزاروی، "جامعہ نظامیہ رضویہ کی تاریخی خدمات"، باب: علوم الحدیث میں خدمات، ص: 112

جامعہ اشرفیہ لاہور کی خدماتِ حدیث

جامعہ اشرفیہ لاہور، پاکستان، ایک مذہبی تعلیمی ادارہ ہے جس کی بنیاد مفتی محمد حسن امرتسری نے 1947ء میں رکھی تھی۔لاہور کے دینی و علمی مراکز میں جامعہ اشرفیہ لاہور کو خصوصی مقام حاصل ہے۔ یہ ادارہ برصغیر کے معروف دینی ادارے دارالعلوم دیوبند کی علمی وفکری روایت کا تسلسل ہے، جس کی بنیاد 1947ء کے بعد پاکستان میں رکھی گئی۔ قیامِ پاکستان کے بعد مسلمانوں کو اپنی دینی شناخت برقرار رکھنے اور نئی ریاست میں اسلام کے احیاء کی ضرورت کے پیشِ نظر ایسے اداروں کی سخت ضرورت تھی جو قرآن و حدیث کی روشنی میں تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دے سکیں۔لاہور کے دینی وعلمی مراکز میں جامعہ اشرفیہ لاہور کو خصوصی مقام حاصل ہے۔

تحقیق وتدریسِ حدیث میں خدمات

جامعہ اشرفیہ میں وفاق المدارس عربیہ کا علوم الحدیث نصاب پڑھایا جاتا ہے اور یہ ایک جامع علوم الحدیث کا نصاب جس کے تحت درس نظامی، تخصص فی الحدیث اور علوم الحدیث کے دیگر کورس کرائے جاتے ہیں ان کے بارے میں ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

> "جامعہ اشرفیہ لاہور نے پاکستان میں دیوبندی مکتبِ فکر کی نمائندگی کرتے ہوئے دینی تعلیم خصوصاًعلومِ حدیث کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔"[32]

جامعہ اشرفیہ میں درسِ نظامی کے آخری سال کو دورہ حدیث کہا جاتا ہے، جس میں کتبِ ستہ(صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)کے ساتھ موطاامام مالک اور مشکوۃ المصابیح بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

> "جامعہ اشرفیہ لاہور نے اپنے فضلاء کو علومِ حدیث میں جو مہارت دی، وہ پاکستان میں ایک منفرد مثال ہے۔"[33]

جامعہ اشرفیہ لاہور کا آغاز پاکستان کے قیام کے فوراً بعد ایک چھوٹے سے تعلیمی مرکز کے طور پر ہوا۔ 1947ء میں جب برصغیر کی تقسیم کے نتیجے میں لاکھوں مسلمان ہجرت کرکے پاکستان آئے تو ان کے ساتھ علمی اور دینی قیادت بھی لاہور کا رخ کرنے لگی۔ انہی حالات میں حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ اور ان کے رفقاء نے جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی۔ ابتدا میں یہ ادارہ لاہور کے اندر ایک چھوٹی سی عمارت میں قائم ہوا اور محض چند طلبہ پر مشتمل تھا۔ مگر اخلاص، عزم اور علمی میراث نے اس چھوٹے سے ادارے کو ایک عظیم جامعہ میں بدل دیا۔

جامعہ اشرفیہ کا ارتقائی سفر کئی مراحل پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلا مرحلہ ابتدائی قیام کا تھا، جب محدود وسائل کے باوجود نصابِ تعلیم مرتب کیا گیا اور درسِ نظامی کی باقاعدہ تدریس شروع کی گئی۔ دوسرا مرحلہ اس وقت آیا جب جامعہ نے اپنی عمارت اور وسائل میں وسعت پیدا کی، اور طلبہ کی تعداد درجنوں سے سینکڑوں تک پہنچ گئی۔ اسی مرحلے میں تخصص فی الفقہ، علومِ حدیث اور تفسیر جیسے شعبے قائم ہوئے۔

---

[32] ڈاکٹر سید عبداللہ، پاکستان میں دینی مدارس کا نظام تعلیم، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1983ء، صفحہ 215

[33] محمد شفیعؒ، مفتی، تعلیماتِ اسلام اور مدارس کا نظام، مکتبہ دارالعلوم کراچی، 1972ء، صفحہ 97

جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور کی خدماتِ حدیث

برصغیر میں اہل حدیث تحریک انیسویں صدی میں ابھری، جس کا مقصد خالص قرآن و سنت کی پیروی، بدعات سے اجتناب اور براہِ راست نصوصِ شرعیہ کی طرف رجوع تھا۔ اس تحریک کا نمایاں پہلو علوم الحدیث کی تعلیم و تدریس تھا کیونکہ اہل حدیث حضرات کے نزدیک صحیح فہمِ دین کا دارومدار قرآن کے بعد صحیح احادیث پر ہے۔ لاہور کو اس مکتبِ فکر نے اپنا مرکز بنایا اور یہاں کئی بڑے مدارس قائم کیے، جن میں سب سے اہم جامعہ دارالحدیث لاہور ہے۔ جامعہ دارالحدیث لاہور کی بنیاد مولانا عبداللہ روپڑی اور ان کے خاندان نے رکھی۔ اس ادارے نے بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد اور ترمذی کی باقاعدہ تدریس کو عام کیا۔

تحقیق و تدریسِ حدیث میں خدمات

جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور میں وفاق المدارس سلفیہ کا نصابِ علوم الحدیث پڑھایا جاتا ہے جس کا کثیر حصہ علوم الحدیث کے عنوانات پر مشتمل ہے۔ اس ادارے نے برصغیر میں حدیث کی تدریس اور تحقیق کو ایک نیا رخ دیا۔ جامعہ دارالحدیث اور دیگر اہلِ حدیث مدارس میں بخاری، مسلم، سننِ اربعہ، مسند احمد اور دیگر مصادرِ حدیث کو نصاب میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہاں حدیث کی سند، متن، رجال اور درایہ پر گہری توجہ دی جاتی ہے تاکہ طلبہ محض ناقل نہ رہیں بلکہ ناقد اور محقق بھی بن سکیں۔

اہلِ حدیث مدارس کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ انہوں نے حدیث کو عوامی سطح پر بھی عام کیا۔ لاہور سے شائع ہونے والے رسائل، جرائد اور اردو تراجم نے لاکھوں افراد تک حدیث کا پیغام پہنچایا۔ اس تحریک نے نہ صرف مدارس بلکہ مساجد اور علمی مجالس کے ذریعے بھی حدیث کو زندہ رکھا۔ یوں لاہور کو اہلِ حدیث مکتبِ فکر نے ایک ایسا مرکز بنایا جہاں حدیث کا فروغ نہ صرف نصابی و تحقیقی سطح پر ہوا بلکہ عام مسلمان تک بھی پہنچایا گیا۔ یہ خدمات لاہور کی حدیثی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں۔ شیخ محمد بن اسماعیل السندی (اہلِ حدیث محدث) اپنی کتاب عون الباری فی شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں:

> "ہندوستان کے اہلِ حدیث خصوصاً لاہور میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے درس کو اپنا شعار بنایا تاکہ لوگوں میں معتبر علم کو مقدم کیا جاسکے۔"[34]

اہلِ حدیث تحریک برصغیر میں شاہ ولی اللہ دہلوی (1703–1762ء) کے علمی ورثے سے جڑی ہوئی ہے۔ اگرچہ وہ براہِ راست اہلِ حدیث تحریک کے بانی نہیں تھے مگر انہوں نے حدیث کی تدریس اور براہِ راست قرآن و سنت کی طرف رجوع کی بنیاد ڈالی۔ بعد میں سید نذیر حسین دہلوی (1805–1902ء) اور ان کے تلامذہ نے اس کو ایک منظم تحریک کی شکل دی۔

لاہور میں اہلِ حدیث تحریک کو بیسویں صدی کے اوائل میں مضبوطی ملی اور یہاں مدارس کی بنیاد رکھی گئی، جن میں جامعہ دارالحدیث سرفہرست ہے۔ ڈاکٹر محمد قاسم زیدی لکھتے ہیں:

---

[34] محمد بن اسماعیل السندی، عون الباری فی شرح صحیح البخاری، مکتبہ دارالحدیث، لاہور، 1978ء، جلد 1، صفحہ 55)

"جامعہ دارالحدیث لاہور نے پاکستان میں اہلِ حدیث مکتب فکر کو نہ صرف علمی طور پر مضبوط کیا بلکہ یہاں سے فارغ ہونے والے علماء نے دنیا بھر میں حدیث کی تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔"[35]

مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی، ایک نامور دینی خاندانِ روپڑیہ کے فرزند ہونے کی بنا پر، مدینہ منورہ یونیورسٹی سے واپسی پر، پاکستان میں ایسی ہی ایک یونیورسٹی کے قیام کے لئے یکسو ہوگئے جس میں اسی درجہ کی تعلیم اور وہی وسیع تر علمی وفکری منہج اختیار کیا جائے جو مسلکی تعصّبات سے بالاتر، اسلام کی مکمل ترجمانی اور اس پر ہونے والے حملوں کا دفاع کرتا ہو۔اُن کے والدِ گرامی شیخ الحدیث حافظ محمد حسین روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر 1959ء میں اُن کے چچا حافظ عبد اللہ محدث روپڑی نے اُنہیں جامعہ اہل حدیث، لاہور کا منتظم مقرر کیا تھا۔ محدث روپڑی کی 1964ء میں وفات کے بعد آپ معروف مناظر اسلام اور اپنے تایازاد بھائی حافظ عبد القادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں جامعہ اہل حدیث کا انتظام وانصرام کرتے رہے اور وہاں سے شائع ہونے والے 'تنظیم اہل حدیث' کی ادارت کے فرائض بھی ساٹھ کی دہائی میں انجام دیتے رہے۔

جامعہ المنتظر لاہور کی خدماتِ حدیث

لاہور کو برصغیر کے بڑے دینی مراکز میں شمار کیا جاتا ہے، جہاں نہ صرف اہلِ سنت بلکہ اہلِ تشیع کے علمی مراکز نے بھی نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ انہی اداروں میں ایک ممتاز نام جامعہ المنتظر لاہور کا ہے جو برصغیر کے شیعہ علمی و دینی مراکز میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ادارے کی بنیاد آیت اللہ العظمیٰ سید محمد حسین نجفی (معروف بہ علامہ حسین نجفی) نے 1967ء میں رکھی۔ یہ ادارہ صرف لاہور ہی نہیں بلکہ پورے پاکستان میں علومِ اہل بیت علیہم السلام کے فروغ کا مرکز ہے۔

تحقیق و تدریسِ حدیث میں خدمات

جامعہ المنتظر میں ایک مخصوص علوم الحدیث کا نصاب ہے جس میں تحقیق و تدریس شامل ہے اور یہ وفاق المدارس الشیعہ پاکستان کے مقرر کردہ نصاب کی تدریس و تحقیق پیش کرتا ہے۔ جامعہ المنتظر نے خاص طور پر علوم الحدیث کو اپنی تعلیمی و تحقیقی سرگرمیوں کا بنیادی حصہ بنایا۔ چونکہ اہلِ تشیع کے ہاں احادیث کا بڑا سرمایہ کتبِ اربعہ (الکافی، من لایحضرہ الفقیہ، تہذیب الاحکام اور الاستبصار) پر مشتمل ہے، اس لیے یہاں کے نصاب میں ان کتب کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جامعہ المنتظر میں رجالِ حدیث، درایہ، اصولِ حدیث اور فقہ الحدیث کی تعلیم بھی دی جاتی ہے تاکہ طلبہ احادیث کو صرف روایت کی سطح پر نہ سمجھیں بلکہ اس کے فہم و تحلیل اور عملی اطلاق کی صلاحیت بھی پیدا کر سکیں۔

جامعہ المنتظر کے نصاب میں اصولِ حدیث اور کتبِ اربعہ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ خاص طور پر:

- الکافی (شیخ کلینی)
- من لا یحضرہ الفقیہ (شیخ صدوق)
- تہذیب الاحکام اور الاستبصار (شیخ طوسی)

[35] محمد قاسم زیدی، پاکستان میں اہلِ حدیث مدارس کی خدمات، ندوۃ المصنفین، لاہور، 2001ء، صفحہ 189

یہاں طلبہ کو رجالِ حدیث (علماء و رواۃ کی سوانح) اور درایہ (اصولِ روایت) بھی پڑھائی جاتی ہیں تاکہ وہ سند اور متن دونوں کی تنقید کر سکیں۔ جامعہ المنتظر نے شیعہ حدیثی ذخیرے کو باقاعدہ نصاب کا حصہ بنا کر لاہور کو تشیع کے علمی مرکز میں بدل دیا۔ اس ادارے کے ناقدین کے نزدیک چونکہ یہاں صرف شیعہ مصادرِ حدیث پر زور دیا جاتا ہے اس لیے دیگر مکاتب فکر کی حدیثی کتب کا کم مطالعہ ہوتا ہے، تاہم اہل تشیع کے زاویے سے یہ جامعہ اپنے مقصد میں کامیاب رہی ہے۔ جامعہ المنتظر لاہور نے برصغیر اور خصوصاً پاکستان میں شیعہ مکتب فکر کے لیے حدیثی روایت کو زندہ رکھنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اس کے اساتذہ اور فضلاء نہ صرف ملک بلکہ دنیا بھر میں تشیع کی حدیثی روایت کو عام کر رہے ہیں۔ اس طرح لاہور نے جامعہ المنتظر کی صورت میں ایک ایسا ادارہ پیدا کیا جو اہلِ تشیع کے لیے بین الاقوامی علمی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔[36]

جامعہ علمیہ اچھرہ لاہور کی خدماتِ حدیث

جامعہ علمیہ اچھرہ لاہور کو دن رات ترقی کی منازل سے ہم آہنگ کرنے والے اس کے بانی و مہتمم ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان، چیئرمین وفاق المدارس الاسلامیہ الرضومیہ ہیں جن کی محنت نے انہیں بہت ہی کم عرصہ میں بہت بڑا علمی مرکز بنادیا۔

> "ارتقائی مراحل میں جامعہ نے نصاب کی جدیدکاری اور تحقیقی شعبہ جات کے قیام پر خصوصی توجہ دی تاکہ طلبہ عالمی معیار کی تعلیم کے ساتھ دینی تربیت حاصل کریں۔"[37]

جامعہ علمیہ ، اچھرہ لاہور وہ واحد ادارہ ہے جہاں رات کے وقت عشاء کے بعد کلاسز کا آغاز ہوتا ہے تاکہ دین کا شوق و ذوق رکھنے والے وہ افراد جو ذریعہ معاش سے جڑے ہیں وہ رات کے فرصت کے لمحات میں آ کر دین کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ جامعہ علمیہ نے ہر مرحلے میں جامعہ نے طلبہ کی علمی، اخلاقی، اور فکری تربیت کو مرکزی اہمیت دی تاکہ وہ معاشرتی اور دینی مسائل میں مؤثر کردار ادا کر سکیں۔

تحقیق و تدریسِ حدیث میں خدمات

اس ادارہ میں وفاق المدرس الاسلامیہ الرضویہ پاکستان کے نصاب علوم الحدیث پر تحقیق و تدریس جاری ہے جس میں درس نظامی اور علوم الحدیث میں تخصص فی الحدیث کا شعبہ موجود ہے۔ علوم الحدیث میں خدمات سرانجام دینے میں اس جامعہ کی انفرادیت یہ ہے کہ یہاں رات کے وقت ان لوگوں کو علوم الحدیث کے نور سے منور کرنے کیلئے کلاسز و مدرسین کا نظام موجود ہے جو دن کے اوقات میں اپنی زندگی کی معاشی مصروفیات میں مصروف ہوتے ہیں۔ یہاں جامعہ علمیہ ونڈسر پارک، اچھرہ لاہور میں علوم الحدیث کا شعبہ خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ شعبہ طلبہ کو حدیث کی تحقیق، اسناد و متون کی پہچان، اور دینی مسائل میں عملی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہاں طلبہ کو صحیح و ضعیف احادیث کی شناخت، حدیث کے قواعد، رجال و درایہ، اور متن و اسناد کی علمی تحقیق سکھائی جاتی ہے۔ یہ شعبہ نہ صرف

---

[36] علی عباس نقوی، جامعۃ المنتظر تعارف و خدمات، ص 217

[37] مولانا یوسف احمد، تعلیمی مدارس پاکستان، ادارہ علوم و ثقافت، لاہور، 2009، ص 122

طلبہ کی علمی استعداد کو بڑھاتا ہے بلکہ دینی تحقیق اور فکری تنقید میں بھی مہارت پیدا کرتا ہے۔اس شعبہ کی تربیت طلبہ کو یہ اہل بناتی ہے کہ وہ نہ صرف علمی تحقیق میں مؤثر کردار ادا کریں بلکہ معاشرتی اور علمی مسائل میں دینی رہنمائی بھی فراہم کر سکیں۔

خلاصہ تحقیق

برصغیر پاک وہند میں علومِ حدیث کی تدریس، تدوین اور تحقیق کا ارتقائی سفر صدیوں پر محیط ہے، جس میں مختلف علمی مراکز، مدارس اور جامعات نے کلیدی کردار ادا کیا۔ ان علمی مراکز میں لاہور کو خصوصی امتیاز حاصل ہے، کیونکہ یہ شہر صدیوں سے دینی، فکری اور تہذیبی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ زیرِ نظر تحقیقی مطالعہ کا مقصد برصغیر میں علومِ حدیث کے ارتقاء میں جامعاتِ لاہور کی تدریسی و تحقیقی خدمات کا تاریخی اور تجزیاتی جائزہ پیش کرنا ہے، تاکہ یہ واضح کیا جاسکے کہ لاہور کی جامعات نے حدیثِ نبوی ﷺ کی حفاظت، تفہیم اور عصری تقاضوں کے مطابق اس کی تشریح میں کس نوعیت کی خدمات انجام دیں۔ یہ مطالعہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ لاہور میں علومِ حدیث کی روایت صرف روایتی مدرسہ نظام تک محدود نہیں رہی، بلکہ جدید جامعاتی نظام میں بھی حدیث کو ایک مستقل، منظم اور تحقیقی مضمون کے طور پر فروغ دیا گیا۔ لاہور کی کئی جامعات و مدارس خصوصاً پنجاب یونیورسٹی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی برائے خواتین اور دیگر علمی اداروں نے حدیث کی تدریس کو اسنادی، متنی، اصولی اور تطبیقی زاویوں سے مستحکم کیا۔ ان جامعات میں علومِ حدیث کو محض روایت تک محدود رکھنے کے بجائے اصولِ حدیث، جرح و تعدیل، عللِ حدیث، فقہ الحدیث، تخریج، اور تقابلی مطالعہ جیسے تحقیقی میدانوں میں وسعت دی گئی۔ تحقیقی سطح پر لاہور کی جامعات نے ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے درجنوں معیاری مقالہ جات کے ذریعے علومِ حدیث کو جدید تحقیقی اسلوب سے ہم آہنگ کیا۔ خاص طور پر حدیث اور جدید فکری چیلنجز، مستشرقین کے اعتراضات، معاصر فقہی مسائل میں حدیث کی تطبیق، اور حدیث و سیرت کے بین العلومی مطالعے جیسے موضوعات کو علمی بنیاد فراہم کی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ قدیم مخطوطات کی تحقیق، نادر حدیثی مصادر کی تدوین، اور کلاسیکی شروحِ حدیث پر جدید تحقیقی کام بھی لاہور کے علمی حلقوں کی نمایاں خدمت ہے۔

تجزیاتی طور پر یہ تحقیق اس نتیجے تک پہنچتی ہے کہ لاہور کے مدارس جیسا کہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، جامعہ اشرفیہ، جامعہ لاہور الاسلامیہ، جامعہ علمیہ نے علومِ حدیث کے ارتقاء میں روایت اور درایت کے حسین امتزاج کو فروغ دیا۔ ایک طرف محدثینِ سلف کے منہج کی حفاظت کی گئی، تو دوسری جانب جدید علمی و جامعاتی تقاضوں کے مطابق تحقیق، تنقید اور استدلال کے اصولوں کو اپنایا گیا۔ اس عمل نے برصغیر میں حدیث فہمی کو جمود سے نکال کر ایک زندہ، متحرک اور عصری علم کے طور پر پیش کیا۔ آخر میں یہ تحقیقی خلاصہ واضح کرتا ہے کہ مدارس و جامعاتِ لاہور کی تدریسی و تحقیقی خدمات نہ صرف برصغیر میں علومِ حدیث کے ارتقاء کا مضبوط ستون ہیں، بلکہ عالمِ اسلام میں حدیثِ نبوی ﷺ کے علمی، فکری اور عملی تسلسل کو برقرار رکھنے میں بھی مؤثر کردار ادا کر رہی ہیں۔ یہ خدمات مستقبل میں حدیث کے عالمی علمی مکالمے میں لاہور کو ایک معتبر اور مرکزی حیثیت عطا کرتی ہیں۔

مصادر و مراجع

ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی (حافظ الدنیا)، المعجم المفہرس، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، 1995۔

حبیب الرحمن کاندھلوی، مولانا، برصغیر میں حدیث کی تحریک، مجلس تحقیق و نشریاتِ اسلام، لاہور، 1965ء۔
حبیب الرحمن کاندھلوی، مولانا، برصغیر میں درسِ نظامی کی تاریخ، مکتبہ دارالسلام، دہلی، 1970ء۔
خالد علوی، ڈاکٹر، پاکستان کے علمی ادارے، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2005ء۔
خرم شبیر، ڈاکٹر، پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کا مستقبل، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2014ء۔
خورشید احمد، پروفیسر، برصغیر میں اعلیٰ تعلیم کا ارتقاء، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 1992ء۔
خورشید کمال عزیز، ڈاکٹر، تعلیم اور پاکستان، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2004ء۔
رشید احمد، پروفیسر، تعلیمی تاریخ پاکستان، فکشن ہاؤس، لاہور، 1999ء۔
ریاض احمد، ڈاکٹر، نجی جامعات اور پاکستان کا تعلیمی مستقبل، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2017ء۔
سید سلمان ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1988ء۔
سید عبداللہ، ڈاکٹر، پاکستان میں دینی مدارس کا نظامِ تعلیم، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، 1983ء۔
شبلی نعمانی، مولانا، الکلام، مطبع ندوۃ العلماء، لکھنؤ، 1910ء۔
عبدالقیوم ہزاروی، مفتی، جامعہ نظامیہ رضویہ کی تاریخی خدمات۔
عبدالحکیم، مولانا، مدارسِ اہلِ سنت لاہور، ادارہ علوم و ثقافت، لاہور، 2012ء۔
عبدالرشید، برصغیر میں حدیث کی تاریخ، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، 2002ء۔
علی اسد گیلانی، سید، تاریخ لاہور، نعیم بک ڈپو، اردو بازار، لاہور، 2011ء۔
علی بن عثمان الجلابی (داتا ہجویری)، کشف المحجوب، مطبع نظامی، لاہور، 1911ء۔
فتح محمد ملک، ڈاکٹر، اسلامی علوم اور جدید تنقیدی رجحانات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2004ء۔
قاسم نانوتوی، مولانا، مقدمہ درسِ نظامی، مکتبہ دارالعلوم، دیوبند، 1878ء۔
کنہیالال، تاریخ لاہور، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، 1990ء۔
مبشر سعید، حافظ، دینی مدارس اور ان کی ترقی، ادارہ مطالعۂ تعلیم، لاہور، 1990ء۔
محمد بشیر احمد، ڈاکٹر، تاریخ تعلیمِ اسلامی برصغیر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، 1987ء۔
محمد بن اسماعیل السندی، عون الباری فی شرح صحیح البخاری، مکتبہ دارالحدیث، لاہور، 1978ء۔
محمد سہیل عمر، ڈاکٹر، برصغیر میں دینی مدارس کی روایت، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، 1999ء۔
محمد شفیعؒ، مفتی، تعلیماتِ اسلام اور مدارس کا نظام، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، 1972ء۔
محمد قاسم زیدی، پاکستان میں اہلِ حدیث مدارس کی خدمات، ندوۃ المصنفین، لاہور، 2001ء۔
مشتاق احمد، ڈاکٹر، برصغیر میں خانقاہی نظام اور تعلیمات، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 2002ء۔
مناظر احسن گیلانی، مولانا، تذکرہ مدارسِ اسلامیہ ہند، مکتبہ رحمانیہ، دہلی، 1945ء۔

یوسف احمد، مولانا، تعلیمی مدارس پاکستان، ادارہ علوم وثقافت، لاہور، 2009۔

Barbara Metcalf, Education and Reform in South Asia, Cambridge University Press, New York, 2017

Farzana Shaikh, Contemporary Education in Pakistan, Routledge, London, 2015.

Kenneth Brown, Private Universities in South Asia, Oxford University Press, Karachi, 2018.

Phillips C. Talbot, Education in British India, Cambridge University Press, Cambridge, 1936

SCRR